أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ (البقرة: 186)

ترجمہ: (اور) جب کوئی مجھے پکارتا ہے تو مانگنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں۔



الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

شعبہ نشر واشاعت
ادارہ نقشبندیہ اویسیہ
دارالعرفان منارہ ضلع چکوال

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ (۳۲)

اور بلاشبہ ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کیلئے آسان کر دیا تو کوئی ہے جو نصیحت حاصل کرے

اکرم التراجم

الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

پاکستان اور دنیا کے دیگر ممالک میں سلسلہ عالیہ کی کتب اور CDs کی

منتقلی آسان اور برق رفتار فراہمی کے لئے ادارہ نے آن لائن خریداری سسٹم متعارف کرایا ہے۔

اکرم التراجم اب Mp3 Formatted CD کی صورت میں آن لائن پر موجود ہے۔

خریداری کے لئے وزٹ کیجئے ہماری ویب سائٹ www.oursheikh.com

شیخ المکرم کے تازہ ترین بیانات بھی اب www.oursheikh.com پر ہر وقت سنے جا سکتے ہیں۔

أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ... (البقرة:۱۸۶)

(اور) جب کوئی مجھے پکارتا ہے تو مانگنے والے کی دُعا قبول کرتا ہوں۔

دُعا

الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی



شعبہ نشرواشاعت

ادارہ نقشبندیہ اویسیہ

دارالعرفان منارہ ضلع چکوال

Phone: +92 543 562200 Fax: +92 543 562198

Email: darulirfan@gmail.com Web Site: www.oursheikh.com

نام کتابچہ: دُعا

نام مصنف: الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

بارِ اول: فروری 2014

قیمت: 20 روپے

ناشر: ادارہ نقشبندیہ اویسیہ

دارالعرفان منارہ ضلع چکوال

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ... (البقرہ:186)

ترجمہ: اور جب آپ سے میرے بندے میرے بارے پوچھیں تو یقیناً میں قریب ہوں (اور) جب کوئی مجھے پکارتا ہے تو مانگنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں۔ پس چاہیے کہ یہ بھی میرا حکم قبول کریں اور میری ذات پر ایمان لائیں تاکہ وہ ہدایت پائیں۔

مجھے چند روز پہلے ایک خط ملا۔ تقریباً ایک صفحہ لکھا ہوا تھا۔ حاصل اس کا یہ تھا کہ مجھے بیس برس ہو گئے ہیں دعا مانگتے کہ میری آنکھیں ٹھیک ہو جائیں اور اس دعا کو کرتے مجھے بیس برس ہو گئے ہیں، لیکن میری آنکھیں ٹھیک نہیں ہوئیں، تو اب میرا ایمان متزلزل ہونے لگا ہے کہ کوئی اللہ ہے بھی کہ نہیں۔ میں نے اس خط کا جواب نہیں دیا، یہ چند سطروں کا جواب نہیں تھا۔ میں نے اسے آج کے لیے چھوڑ دیا۔ اگر اس بندے تک میری بات پہنچے، جس کا خط تھا تو ضرور اس پر غور فرمائے۔

رب کریم نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرمایا:

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ ... غور فرمایئے! قرآن کے الفاظ میں غور فرمایئے! جب میرا کوئی بندہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میرے بارے پوچھے "وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ" یعنی ہر کوئی نہیں۔ "عِبَادِيْ" میں یہ راز پوشیدہ ہے کہ جس کا مجھ پر یقین ہو، اعتقاد ہو، مجھے مانتا ہو، مجھے رب مانتا ہو، مجھے معبود اور الٰہ مانتا ہو۔ اور وہ یہ جانتا ہو کہ اللہ ہے۔

پھر وہ یہ جاننا چاہے کہ اللہ کیسا ہے؟ اللہ کہاں ہے؟ اللہ کو کہاں تلاش کروں؟

میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے بتا دیجئے کہ:

"فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ"۔ تیرے سب سے قریب میں ہوں۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِىۡ عَنِّىۡ فَاِنِّىۡ قَرِيۡبٌ‌ ؕ اُجِيۡبُ دَعۡوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ
فَلۡيَسۡتَجِيۡبُوۡا لِىۡ وَلۡيُؤۡمِنُوۡا بِىۡ لَعَلَّهُمۡ يَرۡشُدُوۡنَ ۔۔۔(البقرہ:186)

ترجمہ: اور جب آپ سے میرے بندے میرے بارے پوچھیں تو یقیناً میں قریب ہوں (اور) جب کوئی مجھے پکارتا ہے تو مانگنے والے کی دُعا قبول کرتا ہوں۔ پس چاہیے کہ یہ بھی میرا حکم قبول کریں اور میری ذات پر ایمان لائیں تا کہ وہ ہدایت پائیں۔

مجھے چند روز پہلے ایک خط ملا۔ تقریباً ایک صفحہ لکھا ہوا تھا۔ حاصل اس کا یہ تھا کہ مجھے بیس برس ہو گئے ہیں دُعا مانگتے کہ میری آنکھیں ٹھیک ہو جائیں اور اس دُعا کو کرتے مجھے بیس برس ہو گئے ہیں، لیکن میری آنکھیں ٹھیک نہیں ہوئیں، تو اب میرا ایمان متزلزل ہونے لگا ہے کہ کوئی اللہ ہے بھی کہ نہیں۔ میں نے اس خط کا جواب نہیں دیا، یہ چند سطروں کا جواب نہیں تھا۔ میں نے اسے آج کے لیے چھوڑ دیا۔ اگر اس بندے تک میری بات پہنچے، جس کا خط تھا تو ضرور اس پر غور فرمائے۔

ربِّ کریم نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرمایا:

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِىۡ ۔۔۔ غور فرمائیے! قرآن کے الفاظ میں غور فرمائیے! جب میرا کوئی بندہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میرے بارے پوچھے "وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِىۡ" یعنی ہر کوئی نہیں۔ "عِبَادِىۡ" میں یہ راز پوشیدہ ہے کہ جس کا مجھ پر یقین ہو، اعتماد ہو، مجھے مانتا ہو، مجھے رب مانتا ہو، مجھے معبود اور الٰہ مانتا ہو۔ اور وہ یہ جانتا ہو کہ اللہ ہے۔

پھر وہ یہ جاننا چاہے کہ اللہ کیسا ہے؟ اللہ کہاں ہے؟ اللہ کو کہاں تلاش کروں؟

میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے بتا دیجئے کہ:

"فَاِنِّىۡ قَرِيۡبٌ"۔ تیرے سب سے قریب میں ہوں۔

یہ جو اربوں باڈی سیل (Body cell) ہیں۔ ایک ایک سیل (Cell) کو پیدا کرنا، بنانا، اس میں استعدادِ کار رکھنا، یہ اُس کا کام ہے۔ وہ ہستی جو وجود کے ایک ایک سیل کو ہر لمحے بنا رہی ہے، فنا کر رہی ہے، اس سے زیادہ قریب کون ہوگا؟ لیکن الفاظ یہ ہیں: "وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي" اسے مجھ پہ اعتماد ہو۔ نہ صرف جانتا ہو کہ میری ذات کیسی ہے، میری صفات کیسی ہیں، میں کہاں ہوں، بلکہ اُسے یقین ہو کہ اللہ ہے۔

یہ عقیدہ ہر انسان کے لیے ضروری ہے۔

عہدِ فترت میں بھی یہ عقیدہ لازمی تھا۔ عہدِ فترت اس زمانے کو کہتے ہیں جس میں انبیاؑ علیہم السلام کی تعلیم ختم ہو جائے، نہ رہے، کوئی بتانے والا نہ ہو تو مظاہر قدرت کو دیکھ کر بندے کو جان لینا چاہیے کہ کوئی ان کو بنانے والا ہے۔ نظام ہستی کو چلانے والی کوئی ہستی ہے۔ ایسا عقیدہ رکھنے والا نجات یافتہ ہوگا۔ عہد فترت میں جس کو یہ یقین ہو کہ ساری کائنات کا کوئی بنانے والا ہے اور وہ "وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ" ہے اور ہر چیز پہ قادر ہے تو اس کی نجات کے لیے یہ کافی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے پہلے کے زمانے کے بارے کچھ کتابیں لکھی گئیں ہیں۔ کسی کا نام نور نامہ ہے، کسی کا کچھ اور۔ اسی طرح کی بے سند، بے تکی سی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین پر بحث کی گئی ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوزخ کا ملاحظہ فرمایا تو وہاں والدین تھے (معاذ اللہ)۔ یہ سب خرافات ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین بھی مسلمان تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا کا یہ قول دیکھ لیجئے! جب ابرہہ نے حملہ کیا اور آپ اپنے اونٹوں کا مطالبہ لے کر گئے تو اس نے کہا میں تو حیران تھا کہ میں تو آپ کا کعبہ گرانے آیا ہوں اور آپ صرف اونٹ طلب کر رہے ہیں، تو انہوں نے فرمایا: اونٹوں کا مالک تو میں ہوں، میں تو اونٹوں کو طلب کر رہا ہوں، بیت اللہ کا مالک بھی ایک ہے۔ تم حملہ کرو، وہ تم سے نمٹ لے گا۔ کیا یہ دلیل کافی نہیں کہ ان کا توحید باری پہ ایمان تھا؟ اس وقت اسلام یہی تھا۔ بعثت عالی سے پہلے اتنا ہی اسلام تھا کہ اللہ کو

وحدہٗ لا شریک مان لو۔ لہٰذا آپ کے دادا اور والدین مسلمان تھے۔ الحمد للہ!

سو فرمایا: سب سے پہلے تو بندے کو میری ذات پہ اعتماد ہو، وہ اپنے بارے جانتا ہو کہ میں مخلوق ہوں، اس کا کوئی خالق ہے، میں مربوب ہوں، کوئی میرا رب ہے جو میری حاجات پوری کر رہا ہے۔ پھر جب وہ آپ سے پوچھے کہ میرا اللہ کہاں ہے؟

تو فرما دیجئے: تیرے سب سے قریب تر اللہ ہی ہے۔

فرمایا: "اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ" میری شان یہ ہے جب کوئی مجھ سے مانگتا ہے میں اسے عطا کر دیتا ہوں۔ کسی کی دُعا رد نہیں کرتا۔

"اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ"

جب بھی کوئی مجھ سے دُعا کرتا ہے، میں اس کی دُعا قبول کرتا ہوں۔

آگے ارشاد فرمایا: "فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ" بھئی! مجھ سے دُعا قبول کرانے کے لیے تم بھی تو میری بات مانو۔ تم بندے ہو کر نہیں مانو گے، تو پروردگار ہو کر مجھے تمہاری کیا پرواہ ہے۔ اگر دُعا قبول کرانا چاہتے ہو تو جو میں فرماتا ہوں اس کو تم بھی تو مانو۔ بارِ خدایا! کیا مانیں؟ نمازیں پڑھیں؟ روزے رکھیں؟ تلاوت کریں؟ کیا کریں؟

فرمایا: یہ سب کام بھی ہوتے رہیں گے۔ "وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ" تم مجھ پر ایمان لے آؤ۔

فرمایا: میری تم بھی تو سنو! میری بات تم بھی تو مانو۔ بارِ الٰہا! کیا مانیں؟

فرمایا: "وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ" مجھ پر ایمان لے۔ آؤ مجھے اپنا خالق، اپنا مالک، اپنا رازق، ہر چیز پہ قادر مان لو۔ جب تم مان لو گے تو باقی سارے کام ہوتے چلے جائیں گے۔ ساری عبادات کی بنیاد ایمان ہے جو اطاعتِ الٰہی پر مجبور کر دیتا ہے۔ بندے کو یقین ہو جائے کہ میں بندہ ہوں، عاجز ہوں، محتاج ہوں، میری کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اللہ میرا مالک ہے، خالق ہے، رازق ہے، دل کی دھڑکن وہ چلا رہا ہے، سانس کے آنے جانے پر وہ قادر ہے، اس نے مہلت دے رکھی ہے۔ پلک جھپکتا ہوں تو یہ اس کی دی ہوئی نعمت ہے۔

جب یہ یقین ہوجاتا ہے تو پھر عبادات جو کہ طاعات ہیں، ازخود اطاعت ہوتی چلی جاتی ہے۔ عبادات صرف نماز، روزہ نہیں ہے۔ یہ عبادات کا ایک خاص حصہ ہیں۔ ہر وہ کام جو اللہ کی اطاعت، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے مطابق کیا جائے وہ عبادت ہے۔ حتیٰ کہ سونا بھی عبادت ہے، بات کرنا بھی عبادت ہے، مزدوری کرنا بھی عبادت ہے۔ بشرطیکہ وہ شرعی طریقے سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عطا کردہ قواعد کے مطابق ہو۔ پھر رات دن عبادت ہی عبادت ہوتی چلی جاتی ہے۔

اللہ کریم نے صرف عبادات کا نہیں فرمایا، بلکہ فرمایا:

"وَلْیُؤْمِنُوْابِیْ" مجھ پر ایمان تو لاؤ۔ گویا اس کے چار حصے ہو گئے:

پہلا حصّہ یہ ہے کہ عظمتِ الٰہی پہ اعتماد ہو۔

اللہ کی ذات کیسی ہے؟ صفات کیسی ہیں؟ کیا کرنا ہے، کیا نہیں کرنا؟

یہ نہ بھی جانتا ہو لیکن اس کے دل میں ایک یقین ہو کہ میرا خالق ہے۔ جب وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھے اللہ کی صفات، اللہ کی رضا، اللہ کی مرضیات، کس بات پر اللہ راضی ہے، کس بات پر اللہ ناراض ہے، اللہ ہم سے کیا چاہتا ہے، ہم کس طرح اطاعت کریں، کس طرح عبادت کریں، کس طرح اس کی ذات کو مانیں۔

ماننے کے بارے میں علماء حق نے تشریح کی ہے۔ اللہ کو ہر کوئی مانتا ہے۔ ایک بات شاید آپ کو عجیب لگے، قرآن کریم میں جگہ جگہ ملتا ہے کہ مشرکین اور کافر بھی اللہ کو مانتے تھے۔ انبیاء علیہم السلام سے کہتے تھے۔

"وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَیْءٍ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَکْذِبُوْنَ"

ترجمہ: اللہ نے کوئی شئے نازل نہیں کی، تم صرف جھوٹ بول رہے ہو۔

"اَنْتُمْ اِلَّا تَکْذِبُوْنَ" تم جو کچھ کہہ رہے ہو، صرف جھوٹ ہے، اس میں کوئی حق نہیں۔ اللہ نے کوئی شئے نازل نہیں کی۔ اس کا مطلب ہے وہ اللہ کو تو مانتے تھے لیکن مانتے اپنے طریقے سے تھے۔ اللہ کا انکار ممکن نہیں ہے۔ ہر باشعور بندے کو ماننا پڑتا ہے کہ ایک

ہستی ہے کہ جس کے آگے کچھ نہیں، ہر چیز پر قادر ہے۔ ورنہ تسلسل لازم آتا ہے۔ اس کو کس نے بنایا؟ اس کو کس نے بنایا؟ پھر آگے اس کو کس نے بنایا؟ کہیں جا کے رکنا پڑتا ہے کہ یہ ہستی پیدا کرنے والی ہے، اسے کوئی پیدا کرنے والا نہیں ہے۔ اس سے آگے کچھ نہیں۔ اللہ کو تو سارے کافر بھی مانتے ہیں۔ مانتے اپنے طریقے سے ہیں کہ اللہ نے کائنات بنا کر دیوی دیوتاؤں کے سپرد کر دی، آگے چلانا ان کا کام ہے۔ یا، اللہ نے کائنات بنا کر نیک بندوں سے کہا کہ اب اسے جیسے تم کہو گے ایسے چلائیں گے۔ ہم فلاں مزار پر سجدہ کریں گے تو وہ ہماری سفارش کریں گے تو کام ہو جائے گا۔ یہ ماننے کے مختلف طریقے ہیں۔ انبیأ علیہم السلام کو کہہ دیا یہ اللہ کا بیٹا ہے، اس نے زمین پر بھیجا ہے کہ ان انسانوں کے کام کرو جو اس کو مانتے ہیں۔ اللہ نے اپنے بیٹے کو پھانسی دے دی تو ان کے سارے گناہ معاف ہو گئے۔ نبی علیہ السلام کے ماننے والوں کے گناہوں کی سزا اللہ نے اپنے بیٹے کو دے دی۔ ماننے کے یہ سارے قاعدے غلط ہیں مگر بدعقیدہ لوگ اللہ کو اسی طرح مانتے ہیں۔

اللہ کریم فرماتے ہیں: یہ ماننا نہیں ہے۔ ماننا یہ ہے " وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي" جب کوئی بندہ میرے بارے جاننا چاہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھے۔ اس لیے علمأ اسلام نے اس کی یہ تشریح فرمائی ہے کہ جب آپ بچے کو بھی اللہ کا تصور دیں تو اسے یہ سمجھائیں کہ میں اس اللہ کو مانتا ہوں اور ویسا مانتا ہوں جیسا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو حضرت عبداللہ کے بیٹے، جو مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے اور جنہوں نے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی، جیسا وہ منواتے ہیں ویسا میں مانتا ہوں۔ اپنے طور پر ماننے کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اسی لیے ارشاد ہوا:

" وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي" میرے بارے جب کوئی بندہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھے۔ کیونکہ اللہ کا پتہ دینا اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کام ہے۔ ہم از خود اس کی عظمت کو نہیں جان سکتے۔ اللہ کی ذات کے بارے میں سوچنا جائز نہیں ہے، منع ہے۔ اس کی ذات ہماری سوچوں، ہمارے علم، ہماری استعداد، ہمارے شعور سے ورائ الوریٰ ہے۔ ہمارا شعور،

ہماری علمی استعداد، ہماری ذہنی استعداد مخلوق ہے۔ اللہ کریم خالق ہیں۔ خالق مخلوق کے دائرے میں نہیں آسکتا۔ مخلوق کے دائرہ تخلیق میں جو آئے گا وہ مخلوق ہوگا۔ اس لیے خالق کی عظمت دائرہ تخلیق سے بالاتر ہے۔ وہ خالق ہے، مخلوق نہیں ہے۔ ہم نہیں جان سکتے۔ ہاں! ہم صفاتِ باری جان سکتے ہیں کہ وہ کریم ہے، وہ رحیم ہے، وہ قادر ہے، وہ خالق ہے، وہ مالک ہے، وہ رازق ہے۔ یہ ساری صفتیں کون بتائے گا؟ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بتائیں گے۔ ہم اپنے طور پر نہیں مانیں گے کہ ہم خود سوچ لیں۔ نہیں! پہلی بات تو یہ ہے کہ اللہ کریم کو ویسا مانو جیسا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منواتے ہیں۔ جب آپ اس یقین پر پہنچ جائیں گے جو اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہتا ہے، تو پھر اللہ سے بات کی جائے گی۔ یعنی کمال مصطفوی یہ ہے کہ:

کر دیا ہم سخن بندوں کو خدا سے تُو نے

کہاں بندہ! کہاں ذات باری! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بہت بڑا معجزہ یہ بھی ہے کہ برسوں کا کافر، مشرک، بدترین کافر، بداخلاق، بدکردار، گنہگار جب خلوص سے کلمہ پڑھتا ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ تو گویا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کا ہاتھ پکڑ کر اللہ کریم کے روبرو کھڑا کر دیتے ہیں۔ کیا کسی کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا کہ تم مجھے سجدہ کرو، میں اللہ کو سجدہ کروں گا؟ فرمایا: میں بھی اللہ کو سجدہ کرتا ہوں، آجاؤ تم بھی میرے ساتھ کھڑے ہو جاؤ۔ تم بھی اللہ کو سجدہ کرو، دل کی بات اللہ سے کرو۔ فرمایا: نمازی کے آگے سے نہ گزرو۔ فَاِنَّهٗ يُنَاجِيْ رَبَّهٗ او کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اس لیے کہ وہ اپنے ربّ سے سرگوشیاں کررہا ہے، اسے ڈسٹرب نہ کرو۔ یعنی بندے کو آنِ واحد میں اللہ کے روبرو کھڑا کر دیا۔ انسانیت پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ احسانِ عظیم ہے۔ بچھڑے ہوئے، بکھرے ہوئے، بھٹکے ہوئے، گنہگار، خطا کار کو، جب اس نے ایمان قبول کیا تو آنِ واحد میں اللہ کے رُوبرو کر دیا۔ فرمایا: جب یہاں پہنچو تو پھر مجھ سے بات کرو۔ میں تو تمہارے سب سے قریب تر ہوں۔ "اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ" یہ میری شان کے لائق نہیں ہے کہ

کوئی مجھ سے سوال کرے اور میں رد کر دوں۔ میں اگر رد کر دوں تو کون اس کی سنے گا؟ جب بندہ میرا ہے، میں مالک ہوں، میں خالق ہوں، میں رازق ہوں، تو میں ہی سنوں گا۔ میں ہر بندے کی ہر درخواست قبول کرتا ہوں۔ بات صرف یہ ہے "فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِي" تم بھی تو میری مانو۔ تمہیں اگر میری عظمت کی پروا نہیں ہے تو مجھے تمہاری مسکینی کی کیا ضرورت ہے؟ تو دُعا مانگتے وقت ہمیں یہ بھی سوچنا چاہئے کہ میں اطاعتِ الٰہی میں کہاں کھڑا ہوں۔

اب تو رواج ہو گیا ہے کہ ہر بندہ سود کھاتا ہے۔ مجھے پچھلے دنوں ایک فوجی افسر بتا رہا تھا کہ حد تو یہ ہو گئی ہے کہ ہمارے جو فوجی سپاہی ہیں، تنخواہ ملتی ہے تو جو کوئی ایک آدھ دن چھٹی جانے والا ہوتا ہے۔ وہ دوستوں سے کہتا ہے یار! مجھے پیسے دے دو، واپس آؤں گا تو تمہیں اگلی تنخواہ پر دے دوں گا کہ میں گھر جا رہا ہوں۔ تو وہ بتاتے ہیں، وہ بھی سود پر دیتے ہیں۔ کہتے ہیں تمہیں اتنے دیتے ہیں، اتنے زیادہ ہمیں واپس کرو۔ یعنی سود نس نس میں رچ بس گیا ہے۔ اب سود کھا کر جو دُعا کرے گا تو کیا کرے گا۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ ایک زمانہ آئے گا کہ جو سود کھانا نہ چاہتے ہوں گے ان کے منہ میں بھی سود کا غبار جائے گا۔ ہم میں سے جو لوگ سود نہیں کھانا چاہتے وہ اس کی مثال ہیں۔ آج ہم وہ زمانہ دیکھ رہے ہیں۔

الحمدُ للہ! میں نے ساری زندگی نہ سود لیا ہے، نہ سود دیا ہے۔ اب رقم باندھ کر سر پر تو نہیں رکھنی، بینکوں میں ہی رکھنی ہے۔ ساری عمر کرنٹ (Current) اکاؤنٹ رکھا ہے۔ لیکن بینک تو سودی کاروبار کرتے ہیں تو سود کا غبار ہمارے منہ میں بھی پہنچتا ہے۔ بازار سے جو چیزیں لیتے ہیں، کھاتے ہیں، کاروبار کرتے ہیں تو پیچھے سے یہ سارا سود پر آ رہا ہوتا ہے۔ ہم نقد دیں، نقد لیں لیکن اس میں سود کا اثر تو ہے، غبار تو جاتا ہے۔ یہ تو ایسا دور ہے جو نہیں چاہتا اس کے منہ میں بھی سود کا غبار جا رہا ہے۔ جہاں سود ہوگا، وہاں سے کیا دُعا نکلے گی اور کہاں پہنچے گی؟ ایک پرندے کے پر باندھ دیں، پھر ساتھ دو دو پتھر بھی باندھ دیں، پھر اُسے اُڑا دیں کہ آسمان پر پہنچ جائے گا، وہ تو زمین پر ہی گرے گا۔ ہماری دعائیں وہ

پرندے ہیں جن کے پروں کے ساتھ سود کے پتھر بندھے ہوئے ہیں۔ اگر وہ سنتا ہے تو یہ اس کا کرم ہے۔ ہماری دعاؤں میں کیا رکھا ہے۔ پھر بھی وہ سنتا ہے، یہ اس کی عطا ہے۔ ورنہ ہماری دعائیں تو وہ پرندے ہیں جن کے پروں سے سود کے پتھر بندھے ہیں۔ پھر ہم دن بھر جو کرتے ہیں، حیران کن ہے۔ اسلام کا سادہ سا طریقہ ہے، اپنے حقوق حاصل کرو، اس میں ایک رعایت ہے کہ تم اپنا حق معاف بھی کر سکتے ہو۔ لینا چاہو تو لے سکتے ہو لیکن اگر معاف کر دو تو اس کا تمہیں کئی گنا زیادہ اجر ملے گا۔ دوسرے کا حق دو، اس میں تم کمی نہیں کر سکتے۔ وہ تمہیں دینا ہی دینا ہے۔ ہماری ساری زندگی لینے میں گزرتی ہے۔ ہم حق نہیں لیتے، چاہتے ہیں کہ سب کچھ ہمیں مل جائے۔ دوسرے کا بھی چھین لیں۔ پھر ہمارے منہ سے کیا دُعا نکلے گی؟ اپنا حال تو دیکھو یار!

دوسرا حصّہ جو سب سے زیادہ سمجھنے کا ہے کہ دُعا ایک درخواست ہوتی ہے، حکم نہیں ہوتا۔ جو بندہ اس پر اصرار کرے، میں نے دُعا کی، اب مانی جائے۔ تو اس کا مطلب ہے وہ حکم دے رہا ہے کہ اس کی تعمیل ہو۔ دُعا درخواست ہوتی ہے، اور جس بارگاہ میں درخواست کر رہے ہو یہ اس کا حق ہے کہ وہ قبول کرے یا رد کرے۔ حکم ہوتا ہے جو ہر حال میں مانا جاتا ہے۔ آپ اگر اللہ کی بارگاہ میں اس طرح دست بہ دُعا ہیں کہ میں جو کہہ رہا ہوں وہی کرو، پھر تو آپ اللہ کو حکم دے رہے ہیں۔ ذرا سوچ لو! دُعا حکم نہیں ہوتی۔ دُعا ایک عاجزانہ درخواست ہوتی ہے۔ اور وہ ایسا کریم ہے، فرماتا ہے: جو دُعا کرتا ہے، میں اسے دُعا کرنے کا بھی انعام عطا کرتا ہوں۔ اس بات کا بھی اجر دیتا ہوں کہ اس نے مجھ سے درخواست تو کی۔ یہ کائنات جب بنی، اس کے بننے سے پہلے اس میں کیا ہوگا؟ کیا نہیں ہوگا؟ رزق تقسیم کر دیے گئے، تندرستی تقسیم کر دی گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد میں ہے کہ فیصلے کر دیے گئے اور سیاہی خشک ہو گئی۔ اس کے بعد مخلوق بنی، بعد میں زمینیں بنیں، بعد میں آسمان بنے۔

وہ ازل سے جانتا ہے کوئی کتنے سانس لے گا؟ کیا سوچے گا؟ کیا حرکت کرے گا؟ کتنا گھاس کا تنکا کہاں پیدا ہوگا؟ کون سا ذرہ کہاں گرے گا؟ کس ذرے کو تبدیل کر کے انسانی وجود بنانا ہے؟ کس ذرے سے سونا بنے گا؟ کس ذرے کو لوہے میں تبدیل کرنا ہے؟ یہ سب وہ ازل سے جانتا ہے۔ مخلوق بننے سے پہلے فیصلے ہو گئے۔

اب رہ گئی دُعا! تو دُعا بھی تقدیر ہے۔ یاد رکھیں! اُنہی فیصلوں میں سے ہے جو ازل میں ہو گئے کہ فلاں بندہ یہ درخواست کرے گا تو اس کے بدلے میں اسے یہ عطا کروں گا۔ اللہ کا نظام ایسا نہیں ہے کہ اللہ کو پتہ نہیں۔ آج اُٹھ کر آپ کو خیال آیا کہ آپ نے دُعا کی، تو اس نے کہا چلو ایسا ہی کر لو۔ ایسا نہیں ہے۔ دُعا بھی تقدیر ہے۔ وہ ازل سے جانتا ہے کہ کون بندہ کیا دُعا کرے گا۔ اس کے بدلے میں اسے کیا دوں گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی بڑی تفصیل ارشاد فرمائی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مومن کی دُعا کبھی ردّ نہیں ہوتی اس لیے کہ اللہ کریم نے ارشاد فرما دیا: "اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ" میرا بندہ جب مجھے پکارتا ہے، جب بات کرتا ہے، میں قبول کرتا ہوں۔ اب اس قبولیت کے کتنے درجے ہیں؟ موسیٰ علیہ السلام نے دُعا کی: اے اللہ! ان فرعونیوں کو تُو نے بڑی موجیں کرائیں، لیکن یہ تیرے دین کی، تیرے نبی علیہ السلام کی مخالفت کر رہے ہیں، ان کے دلوں پر مہر کر دے۔ جب تک انہیں حقائق اور برزخ نظر نہ آئے، یہ ایمان نہ لائیں۔ ان سے توفیق سلب کر لے۔ ان کو تباہ کر دے۔ فوراً ارشاد ہوا: آپ کی دُعا قبول ہو گئی۔ برسوں بعد فرعون غرق ہوا، لیکن وقت کا تعین اللہ بہتر جانتا ہے کہ اس میں کتنی تاخیر ہوئی، لیکن فرعون تباہ ہو گیا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بعض اوقات دُعا بعینہٖ قبول ہو جاتی ہے لیکن اس کے صدور میں، اس کے صادر ہونے میں وقفہ ہوتا ہے جو اللہ بہتر جانتا ہے۔ اُس کی حکمت ہے۔ بعض اوقات فوراً ویسی ہی جیسا بندہ چاہتا ہے، ویسی ہی چیز مل جاتی ہے۔ بعض اوقات یہ ہوتا ہے وہ چیز اسے نہیں دی جاتی جو مانگ رہا ہے، اس لیے کہ اگر وہ اسے مل جائے تو اس کے لیے

مفید نہیں ہے۔ تو اللہ کریم اس کے بدلے اسے وہ نعمت دے دیتے ہیں جو اس کے لیے مفید ہو۔ جیسے چمکتی ہوئی چھری چاقو دیکھ کر اگر بچہ اصرار کرے تو اسے ماں نہیں دیتی، اسے اس کے بدلے کوئی اور خوبصورت چیز پکڑا دیتی ہے جو نقصان پہنچانے والی نہ ہو۔ اسی طرح قادرِ مطلق سے ہم جو مانگتے ہیں، ہمیں یہ نہیں پتہ کہ میں مانگ رہا ہوں آنکھیں بینا ہو جائیں۔ شاید آنکھیں بینا ہو جائیں تو میں گمراہ ہو جاؤں، شاید کسی اور مصیبت میں مبتلا ہو جاؤں۔ تو وہ چیز عطا کر دیتے ہیں جو ہمارے لیے نفع بخش ہوتی ہے، مفید ہوتی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں ہماری دُعا قبول نہیں ہوئی۔ دعا تو قبول ہو گئی، بات تو مانی گئی لیکن وہ چیز جو تم مانگ رہے تھے، وہ تمہارے لیے نقصان دہ تھی۔ تمہارے لیے جو مفید ہے، وہ عطا کر دی گئی۔

تیسرا حصّہ اس کا یہ ہے کہ دُعا کا کوئی بدلہ دنیا میں نہیں ملتا۔ کچھ بھی نہیں ملتا تو پھر دُعا کہاں گئی؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: میدانِ حشر میں جب اعمال کا وزن ہو رہا ہو گا تو کچھ لوگوں کے اعمال ترازو پر رکھ کر فرشتے عرض کریں گے: بارِ الٰہا! نیکی بدی دونوں پلڑوں میں رکھ دی گئی۔ ارشاد ہو گا: ٹھہرو! اس کی کچھ نیکیاں میرے پاس بھی ہیں، جن سے تم واقف نہیں ہو۔ وہ بھی اس کے پلڑے میں رکھو۔ اور وہ نیکیاں، وہ دعائیں ہوں گی جو اس نے دنیا میں کیں اور اس کے بدلے دنیا میں اُسے کچھ نہیں ملا۔ جو نیکی اللہ کی ذات کی طرف سے عطا ہو گی کہ اس نے اپنے پاس محفوظ رکھی تھی، اس کا وزن کتنا ہو گا! حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے کہ بہت بڑے بڑے مستجاب الدعوات اہل اللہ اس وقت حسرت کریں گے کہ کاش! ہماری دُعائیں دنیا میں نہ پوری ہوتیں، آج ہمارے نامۂ اعمال میں رکھی جاتیں۔

تو میرے بھائی! اگر تم بیس برس سے دُعا کر رہے ہو تو سوچو!
تمہارے نامۂ اعمال میں کتنی نیکیاں رکھی گئیں!

چوتھا حصّہ اس کا یہ ہے کہ جب کوئی دُعا کرتا ہے "فَاِنَّهٗ يُنَاجِيْ رَبَّهٗ" اللہ سے براہ راست ہم کلام ہوتا ہے۔ کچھ بھی نہ ہو، آخرت میں بھی نہ ملے تو جو لمحات اللہ

سے بات کرتے گزر جائیں، ان کا کوئی ثانی ہے؟ ارے! ہم دنیا دار ہیں۔آج کسی کو وزیر اعظم بلا لیتا ہے، وزیر اعظم ہاؤس میں بلا لیتا ہے، تنہائی میں ملتا ہے، اس کی ساری بات سنتا ہے۔ اس کا کام ہو یا نہ ہو، وہ ساری عمر گُن گاتا رہتا ہے کہ مجھے ذاتی طور پر بلایا گیا۔ حالانکہ جیسے ہم ہیں، ویسا ہی وہ ایک انسان ہے۔

قادرِ مطلق سے تم نے تنہائی میں باتیں کر لیں۔

ذاتی طور پر ایک تم تھے، ایک اللہ کریم تھا، اب اس سے آگے کیا چاہتے ہو؟

دُعا مانگنا صرف یہ نہیں ہے کہ جو مانگ رہے ہیں وہ لینا ہے۔

بات کرنے کا بھی تو کوئی مزہ ہوتا ہے!

بیک لفظے توآں گفتن تمنائے جہانے را

دنیا بھر کی باتوں کا جواب ایک لفظ میں دیا جا سکتا ہے۔ سارا دن بندہ بحث کرتا رہے، شام کو آپ انکار کر دیں، سارے کا جواب ہو گیا۔ سارا دن بندہ بحث کرتا رہے، آپ ایک بات کہہ دیں کہ جو آپ کہہ رہے ہیں وہ منظور ہے۔ ہاں یا ناں۔ ایک لفظ جو آپ کے لیے کافی ہے ۔

بیک لفظے توآں گفتن تمنائے جہانے را

ایک لفظ میں ساری باتوں کا جواب آ جاتا ہے۔

من از ذوق حضوری طول دادم داستانے را

کہ میں نے بات لمبی کی، یہ تو حضوری کا مزہ تھا۔ سخن ہم کلامی کا مزہ تھا۔ شرفِ ہم کلامی کی لذت تھی۔ بات کرنے کی لذت تھی تو میں بات کو لمبا کرتا گیا۔

سوال ہوتا ہے تو مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ ادب یہ ہوتا ہے کہ سوال کا جواب مختصراً اور عین اس کے مطابق دیا جائے۔ اور انبیاء علیہم السلام سے زیادہ باادب کون ہوگا؟

موسیٰ علیہ السلام پر سوال ہوا: وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يٰمُوسٰى (طٰهٰ:17)

ترجمہ: آپ کے ہاتھ میں کیا ہے؟ جواب تھا: هِيَ عَصَايَ ۔ یہ میرا عصا ہے پروردگارِ عالم، جواب تو ختم ہو گیا۔

هِيَ عَصَايَ أَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَأَهُشُّ بِهَا عَلَىٰ غَنَمِي وَلِيَ فِيهَا مَآرِبُ أُخْرَىٰ...

ترجمہ: یہ میری لاٹھی ہے، میں اس پر ٹیک لگاتا ہوں اور (کبھی) اس سے اپنی بکریوں پر (کے لئے) پتے جھاڑتا ہوں اور اس میں میرے لیے اور بھی کئی فائدے ہیں ... (طٰہٰ:18)

اتنی لمبی بات! اس سے میں ریوڑ چراتا ہوں، اس سے میں پانی نکالتا ہوں، اس سے روشنی حاصل کرتا ہوں۔ آپ نے طویل بات فرمائی فِيهَا مَآرِبُ أُخْرَىٰ اس میں جتنے کمالات تھے، سارے گنوائے۔ مفسرین فرماتے ہیں: انبیاء علیہم السلام تو سب سے زیادہ باادب ہستیاں ہوتی ہیں، تو کیا بات کو طول دینا ادب کے خلاف نہیں؟ خود ہی جواب دیتے ہیں کہ بھئی! بات یہ ہے کہ جواب تو ایک لفظ میں ہو سکتا ہے لیکن جو لذتِ ہم کلامی ہے، اس نے مجبور کر دیا اور میں بات کو طول دیتا چلا گیا

من از ذوق حضوری طول دادم داستانے را

کوئی بات کرنے کا بھی مزہ ہوتا ہے۔ کبھی یہ بھی سوچو کہ میں کیا ہوں؟ میری حیثیت کیا ہے؟ میں پروردگارِ عالم سے بات کر رہا ہوں، تنہائی میں، علیحدگی میں، کوئی سننے والا نہیں، دل میں دُعا کر رہا ہوں، اب لفظ ہونٹوں سے نکلے تو فرشتے لکھیں۔

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ (قٓ:18)

ترجمہ: وہ کوئی لفظ منہ سے نہیں نکالتا مگر ایک نگہبان اس کے پاس تیار رہتا ہے۔

جو لفظ لب سے نکلتا ہے وہ تو فرشتہ لکھتا ہے۔ اب جو دل بات کر رہا ہے بارگاہِ الٰہی میں، اس سے فرشتے کا کیا تعلق؟

دُعا کیا ہے؟ تم ہو اور پروردگارِ عالم ہے۔ اُس سے باتیں ہو رہی ہیں۔

اگر دُعا کا یہ پہلو دیکھا جائے تو اور کچھ بھی نہ ہو، محض دُعا کرنا خود ایک بہت بڑی عظمت ہے۔

اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ ۔ او کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

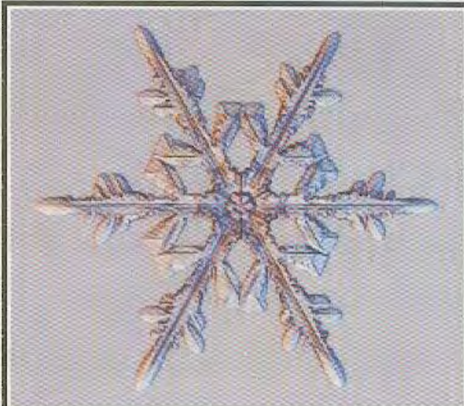
ساری عبادات کا حاصل دُعا ہے۔ دُعا میں وہ لذت ہے کہ ساری عبادت کا مغز جو ہے، وہ دُعا ہے۔ تو میرے بھائی! جسے بیس برس اللہ نے اپنے ساتھ باتوں میں لگائے رکھا، وہ اللہ سے ناراض ہونا چاہتا ہے، کیا بات کر دی؟ اصل بات یہ ہے کہ میرے بھائی! تم نے اللہ کو پکارا ہی نہیں۔ تم نے اپنے تصور میں جو اللہ بنا رکھا ہے، تم اس سے بات کرتے رہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس کی نشاندہی کی ہے، جس کا پتہ بتایا ہے، جس کے ساتھ ہمیں جوڑا ہے، اس اللہ سے تم نے بات ہی نہیں کی۔ ورنہ بات کرنے کی لذت آجاتی، مزہ آجاتا کہ بیس برس تم ہو اور اللہ کریم ہے اور باتیں ہو رہی ہیں۔ اب اس سے زیادہ کیا چاہتے ہو۔

کائنات کا نظام بڑا وسیع ہے۔ اب یہ اتنا باریک نظام ہے کہ اسے اللہ ہی جوڑ سکتا ہے۔ یہ کسی کی سمجھ میں نہیں آتا۔ روس کے ایک سائنسدان نے کوشش کی ہے کہ یہ جو برف گرتی ہے تو یہ بڑے باریک، چھوٹے چھوٹے مائیکرو ذرات ہوتے ہیں۔ ایک قطرہ پانی کا جو ہے تو اس کے جو ذرات بنتے ہیں، وہ لاکھوں میں بن جاتے ہیں۔ اس نے کوشش کی ہے کہ اُن کی تصویر لی جائے۔ اس نے بڑے طریقے آزمائے۔ ذرا سا جو چھوٹا ذرہ ہے، وہ فوراً پگھل جاتا۔ اس نے کسی محلول کی مدد لی کہ اس ذرّے کو اس پہ رکھ لے تا کہ وہ جم جائے اور پگھل نہ سکے۔ اس نے برف کے جو چھوٹے ذرات تھے ان کی تصویریں لیں۔ برف کا ایک گالا جو گرتا ہے اس میں کروڑوں ذرات ہوتے ہیں اور جو ٹنوں برف گرتی ہے ساری زمین پر، اس میں کتنے ذرات ہوں گے؟ اس کی تحقیق کا نتیجہ یہ ہے کہ کسی ایک ذرّہ کی دوسرے سے شکل نہیں ملتی۔ ہر ذرے کی اپنی شکل ہے اور اتنی خوبصورت کہ میں نے آج تک ایسا خوبصورت زیور نہیں دیکھا جو کسی سنار نے بنایا ہو۔ میں نے اس کی کچھ تصویریں

نقل کی ہیں انہیں آپ دیکھیں۔ یہ ساری ایک ایک ذرّے کی تصویریں ہیں۔ یعنی برف کا ایک ایک ذرہ جس کی اس نے تصویریں لی ہیں۔ اور کوئی تصویر دوسری سے نہیں ملتی، اور اتنی خوبصورت ہیں۔

یہ دیکھیں!

یہ ایک ہے۔



اب یہ دیکھیں!

یہ دوسری ہے۔

یہ برف کا بالکل باریک خشخاش کے دانے سے بھی باریک ہے۔

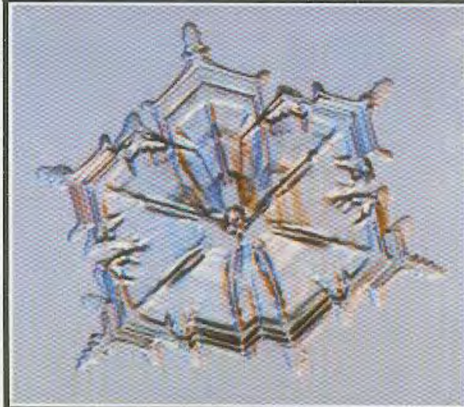
اس کی تصویر ہے۔



یہ دیکھیں!

یہ تیسری ہے۔

کوئی ایسا زیور دیکھا آپ نے؟



یہ دیکھیں!
یہ چوتھی ہے۔



پانچ چھ ہیں میرے پاس۔ میں نے نقل کی ہیں۔ مجھ تک پہنچی ہیں۔

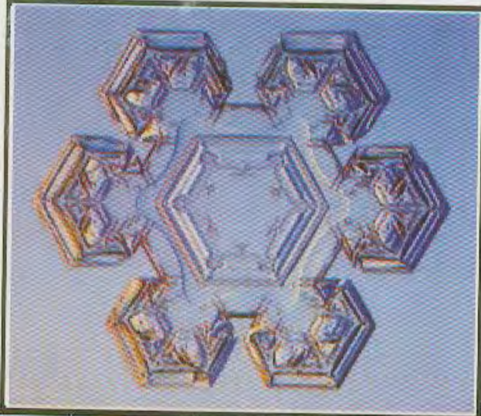




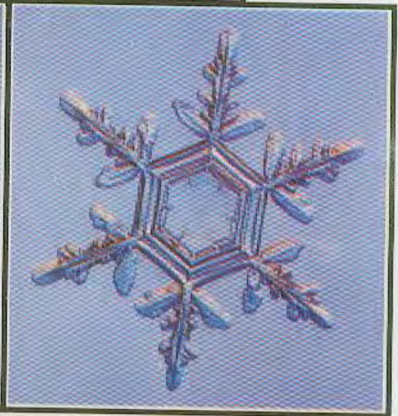




یہ برف کے ایک چھوٹے، رائی کے دانے سے بھی چھوٹے ذرے کی تصویریں ہیں۔







اب اس کاریگر کو میں اور آپ مشورہ دیں کہ یہ چیز ایسے بنادو، جس نے یہ ذرات بنائے ہیں۔ یہ برف کے ذرات ہیں جنہیں مخلوق پاؤں تلے روندتی پھرتی ہے اور جو لمحے میں پگھل کر پانی بن جاتے ہیں۔ اس میں کوئی ایک دوسرے سے نہیں ملتا۔ یہ ذرات کھربوں ہیں، بے حساب ہیں، گنتی سے بالاتر ہوتے ہیں۔

اس کا مطلب ہے کہ اس ہستی کو ہم مشورہ دیں کہ ایسا کرو۔ یہ بات نہیں جچتی۔

ہاں! یہ اس نے اجازت دی ہے، اور اس پر وہ بڑا خوش ہوتا ہے کہ جو تم سمجھ سکتے ہو،

جوتمہاری سمجھ میں آئے، اس کے بارے میں مجھ سے بات کرتے رہا کرو۔ تم کائنات کونہیں سمجھتے۔ اب تمہیں کیا خبر ہے کہ برف کے ایک ایک ذرے میں کیا کیا کشیدہ کاری ہے؟ تم جس کو جانتے نہیں اس کا مشورہ کیا۔

اب پتہ نہیں بارش کے ایک ایک قطرے میں کیا رنگ آمیزی ہوتی ہے۔ اب ایک پتا بنتا ہے، درخت کا ایک پتا ہے، اس میں کتنے رنگ؟ کتنی رگیں ہوتی ہیں؟ اس میں آگ بھی ہے۔ اس میں درخت کی غذا پک رہی ہے۔ پھر وہ تقسیم ہو رہی ہے۔ تم اس ربّ کی حکمتوں کو نہیں پا سکتے۔ یہ اس کا کرم ہے، اس نے کہا ہاں! تم مجھ سے بات کیا کرو، جو تم چاہتے ہو، مانگو۔ اس کے بارے وہی ہوگا جو میں کروں گا۔ کیونکہ میں سب سے بہتر جانتا ہوں، تم کچھ نہیں جانتے۔ تو اب اسی بات پر اصرار تو نہیں کیا جا سکتا کہ جو میں نے کہا ہے، ویسا ہو جائے۔ اس کی کوئی گنجائش نہیں۔ یہ تو اس کا کرم ہے کہ ہم جو کہتے ہیں، اس پر وہ اجر دیتا ہے، سنتا ہے اور اس کا بدلہ ہمیں دیتا ہے۔ اس سے جتنا مانگتے جاؤ، اتنا خوش ہوتا ہے۔ اور اللہ سے مانگنا ہی زندگی کا حاصل ہے کہ یہ شعور ہو جائے کہ میرا اللہ ہے۔ میں اس کا بندہ ہوں۔ یار! ساری عبادت کا حاصل یہی ہے، سارے مجاہدے کا حاصل یہی ہے۔ تو میرے بھائی! گھبراؤ نہیں۔ اس نے بھی تو بیس برس تمہاری بات سنی ہے۔ یہ شرف کیا کم ہے؟ جو دُعا کا ایک طریقہ، ایک سلیقہ ہے، ویسی نعمتیں مل جاتی ہیں، اس کا بدلہ مل جاتا ہے، آخرت میں اجر مل جاتا ہے پھر یہ کیا کم ہے کہ کائنات کا مالک ہو کر ایک عاجز سے بندے کی سنتا ہے؟ آپ اپنے آپ کو لکھنا شروع کریں۔ آپ اللہ کی کائنات کو دیکھیں، اس میں مخلوق کو دیکھیں، خود کو ایک مخلوق سمجھ کر، آپ اعشاریہ لکھ کر صفر لکھنا شروع کر دیں۔ زندگی بھر صفر لکھتے رہیں گے، ایک لکھنے کی نوبت نہیں آئے گی۔ کوئی بھی بندہ کائنات میں، زمین پر جو مخلوق بستی ہے، اس میں اپنے آپ کو شمار کرنا چاہے تو اعشاریہ لکھ کر، ساری زندگی صفر لکھتا چلا جائے، تو ایک لکھنے کی باری نہیں آتی۔ تم ہو کیا؟ پھر اس بے کس کی بات براہِ راست اللہ کریم

سن رہا ہو اور بیس برس تک سنتا رہا، اتنا اس نے برداشت کیا ہے تمہیں۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ تم کہہ رہے ہو، میرا ایمان متزلزل ہو گیا۔ کمال ہو گیا یار! تمہیں تو آج لذتِ ایمان آنی چاہیے تھی کہ کتنا کریم ہے میرا ربّ، کہ مجھ جیسے نا اہل کو برسوں سے برداشت کر رہا ہے، اور میں اپنی جھک جھک، بک بک کرتا رہتا ہوں، اور وہ کریم مجھے منع نہیں کرتا کہ:

یہ کیا کر رہے ہو؟ کیا کہہ رہے ہو؟ تم جاہل ہو، تمہیں پتہ نہیں ہے۔

لیکن وہ یہ نہیں کہتا۔ کہتا ہے، بات کرتے رہو ...

... دُعا کا حاصل وصولِ الٰہی ہے، قربِ الٰہی ہے ...

دُعا ضرور کریں، عبادت کا حاصل ہے، لیکن دُعا کو دُعا سمجھیں، دُعا کو حکم نہ سمجھیں۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

دارالعرفان منارہ ضلع چکوال

سلسلہ بقشبندیہ اویسیہ کا طرہ امتیاز آقا نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست اقدس پر روحانی بیعت کا شرف ہے۔

پاسِ انفاس

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اویسیہ کا طریقۂ ذکر پاسِ انفاس ہے یعنی ہر سانس کا پاس رکھنا، ہر سانس کی نگرانی کرنا۔ ذکر جتنا ہو سکے، آسانی سے کر سکے، تیز تیز اور قوت سے کرے تو قلب روشن ہونا شروع ہو جائے گا کہ اصل شے تو شیخ کی توجہ ہے جو دراصل برکات نبوی ﷺ ہیں اور سینہ بسینہ شیخ کے قلب تک پہنچ کر طالب کے قلب کو سیراب کر رہی ہیں۔ یہ معمولی بات نہیں کہ قلب کو روشن کر لیا جائے۔ اس کے لیے وقت درکار ہے اور محنت بھی۔ بزرگانِ دین اور مشائخ عظام اس پر دو دو سال محنت کرایا کرتے تھے تب جا کر بات بنتی تھی۔ اس کے اثرات اگر کشفاً نہ بھی معلوم ہوں تو بھی عملی زندگی میں آنا شروع ہو جاتے ہیں اور نیکی کا سفر شروع ہو جاتا ہے۔

جیسے ارشاد ہے:

يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (البقرۃ: ۲۵۷)

ترجمہ: کہ انہیں تاریکی سے نکال کر روشنی کی طرف لے آتا ہے۔

طریقۂ ذکر: بہت اچھی بات ہے بندہ با وضو ہو، جگہ پرسکون ہو، شور شرابہ نہ ہو، قبلہ رو ہو کر بیٹھے، آنکھیں بند کر لے، منہ بند کر لے، اور متوجہ الی اللہ ہو ذکر پاس انفاس شروع کر دے کہ جب سانس اندر جائے تو خیال کرے کہ لفظ اللہ سانس کے ساتھ اندر جا رہا ہے اور جب خارج ہو تو نہ صرف خارج ہو بلکہ ھُو کی ضرب قلب پر یعنی پہلے لطیفہ پر لگے۔ اسی سے رجوع الی اللہ، توبہ، تحمل اور جد و جہد کی استعداد پیدا ہوتی ہے ... (کنوزِ دل)

الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

فہرست کتب

الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

(۱) شرح دلائل السلوک
(۲) شرح مسائل السلوک
(۳) اسرار القلوب
(۴) لطیفہ قلب ذریعہ علم
(۵) بیعت کیا ہے؟
(۶) تصوف کیا ہے؟
(۷) اصلاح قلب اور ضرورتِ شیخ
(۸) محافل شیخ
(۹) خطابات امیر
(۱۰) طبیب دل تلاش کرو
(۱۱) روحانیت کے متعلق سوال و جواب
(۱۲) لطائف اور تزکیہ نفس
(۱۳) رموزِ دل - اردو
(۱۴) رموزِ دل - انگریزی
(۱۵) کنوزِ دل - اردو
(۱۶) کنوزِ دل - انگریزی
(۱۷) ارشاد السالکین - اوّل
(۱۸) ارشاد السالکین - دوم
(۱۹) دیارِ حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں چند روز
(۲۰) درود و سلام
(۲۱) تعلیمات و برکات نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
(۲۲) کنز الطالبین
(۲۳) شجرہ مبارک سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ
(۲۴) طریق نسبت اویسیہ
(۲۵) غبارِ راہ - اوّل
(۲۶) غبارِ راہ - دوم
(۲۷) نور و بشر کی حقیقت
(۲۸) حضرت امیر معاویہؓ
(۲۹) راہی کرب و بلا
(۳۰) کربلا کی حقیقت
(۳۱) کربلا میں کس کے ساتھ ہیں
(۳۲) عصر حاضر کا امام

Phone: +92543562200, Fax: +92543562198
E-mail: darulirfan@gmail.com
Web site:www.oursheikh.com